FEYZ AHMED FEYZ AND NAZIM HİKMET RAN (COMPARATIVE STUDY)

فیض احمد فیض اور ناظم حکمت ران

پاکستان اور ترکی کے ہم مزاج، ہم مشرب، ہم منزل و ہم عصر دو دانشوروں کا تقابلی مطالعہ[1]

ڈاکٹر دُرمُش بُلگُر[2]

Durmuş BULGUR

Abstract: There are very few poets in the world whose ages, life, philosophy, ideas, arts, struggles and destinies will be the same. One of these poets was Nâzim Hikmet Ran from Turkey and the second one was Faiz Ahmed Faiz from Pakistan. Nâzim Hikmet was a Turkish intellectual, playwright, novelist and one of the most famous poets of Turkish language. He was acclaimed for the "lyrical flow of his statements", described as a "romantic communist" and "romantic revolutionary". He was among the recipients of the International Peace Prize along with Pablo Picasso, Paul Robeson, Wanda Jakubowska and Pablo Neruda. He was repeatedly arrested for his political believes and spent much of his adult life in prison or in exile. His poetry has been translated into more than fifty languages. The other poet Faiz Ahmad Faiz was a Pakistani intellectual and one of the most famous poets of the Urdu language. He was a member of the Anjuman-e Tarraqi-pasand Mussanafin-e-Hind (All India Progressive Writers' Movement) and an avowed Marxist. In 1962, he was awarded the Lenin Peace Prize by the Soviet Union. Although Faiz's poetry was inspired by South Asia's Sufi traditions, his poetry was denounced as atheism although Faiz never acknowledged himself as an atheist. In this article, firstly Nâzim Hikmet's life is given and then a comparison of Nazim Hikmet with Faiz Ahmad Faiz, i.e. similar aspects of both precious poets is presented.

Keywords: Faiz Ahmad Faiz, Nâzim Hikmet Ran

---

1 Bu makale GC (Government College) Üniversitesi'nin düzenlemiş olduğu "Feyz Ahmed Feyz Uluslararası Konferans'ta (3-4 Kasım 2011, Pakistan/Faysalabad) bildiri olarak sunulmuştur.

2 ایسوسی ایٹ پروفیسر، استنبول یونیورسٹی، ادبیات فیکلٹی، شعبۂ اردو، استنبول، ترکی۔

Doç .Dr ,.İstanbul üniversitesi Edebiyat Fakültesi Doğu Dilleri ve Edebiyatları Urdu Dili ve Edebiyatı Anabilim Dalı (dbulgur@yahoo.com)

Feyz Ahmed Feyz Ve Nazım Hikmet Ran
(Karşılaştırmalı İnceleme)

Özet: Farklı coğrafyalarda aynı asırda yaşayıp da hayatı, felsefesi, düşüncesi, sanatı, mücadelesi ve kaderi birbiriyle aynı olan şair dünyada az bulunur. İşte bunlardan biri Türkiye'den Nazım Hikmet Ran, diğeri ise Pakistan'dan Feyz Ahmed Feyz'dir. Nazım Hikmet Ran oyun yazarı, romancı ve Türk dilinin meşhur şair ve aydınlarından biridir. O, lirik ifade tarzıyl büyük beğeni kazanmış, "romantik komünist" ve "romantik devrimci" olarak tanımlanmıştır. Nazım Hikmet, Pablo Picasso, Paul Robeson, Wanda Jakubowska ve Pablo Neruda ile birlikte Uluslararası Barış Ödülünü alanlardan biridir. O, siyasi düşüncelerinden ötürü defalarca tutuklanmış ve hayatının büyük bir kısmını hapiste veya sürgünde geçirmiştir. Onun şiirleri birçok dile tercüme edilmiştir. Diğer şair Feyz Ahmed Feyz ise Pakistanlı bir aydın ve Urdu Dilinin meşhur şairlerinden biridir. Feyz Hindistan İlerici Yazarlar Derneği üyesi meşhur bir Marksist idi. Sovyetler Birliği tarafından 1962 yılında Lenin Barış Ödülü ile ödüllendirilmiştir. Feyz Ahmed Feyz'in şiirleri Güney Asya sufi geleneğinden esinlenmiş olmasına rağmen onun şiirleri ateizm suçlamasıyla yerilmiştir. Hâlbuki Feyz kendisini bir ateist olarak asla tanıtmamıştır. Bu makalede önce Nazım Hikmet'in hayat hikâyesi kısaca verilmekte ve sonra da Nazım Hikmet ile Feyz Ahmed Feyz'in benzer yönleriyle karşılaştırması sunulmaktadır.

Anahtar Kelimeler: Feyz Ahmed Feyz, Nazım Hikmet Ran

ڈرامہ نگار، افسانہ نگار، ناول نگار، خوبصورت شاعر اور نیلی آنکھوں والی دیو ہیکل شخصیت

ناظم حکمت ران ۲۰ نومبر ۱۹۰۲ء کو سیلانیک[3] میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ترکی، پولینڈ اور قفقاس نسب کے ایک بین الاقوامی خاندان سے تھا۔ اُن کے والد حکمت بیگ وزارتِ خارجہ، سیلانیک میں ملازم تھے۔ چونکہ آپ کے دادا ناظم پاشا جو سیلانیک کے آخری گورنر تھے، ایک آزاد خیال اور حریت پسند انسان تھے اس لئے ناظم حکمت کو آزاد خیالی اور حریت پسندی کی خصلت وراثت میں ملی تھی۔ اِس خصلت اور اپنے سیاسی افکار کی وجہ سے آپ کو بار بار گرفتار کیا گیا اور اپنی بالغ زندگی کا بیشتر حصہ جیل میں یا جلا وطنی میں گزارنا پڑا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم ضلع Götepe کے Taşmektep پرائمری سکول میں حاصل کی۔ بعد میں ضلع Beyoğlu کے Galatasaray ہائی سکول کے جونیئر سیکشن میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۸ء میں Heybeliada عثمانی بحریہ سکول (جنگی اکیڈمی) سے فارغ ہوئے اور اُس کے بعد بھرتی ہو کر جنگ آزادی میں شرکت کے لئے اناطولیہ میں چلے آئے۔ یہ زمانہ سیاسی لحاظ سے کشمکش کا زمانہ تھا۔ کیونکہ اس دور کی حکومت نے جرمنی سے اتفاق کرکے پہلی جنگ عظیم میں شرکت کی تھی۔ دریں اثنا آپ نے حمیدیہ کروزر (جنگی جہاز) میں ڈیک افسری کا فریضہ سرانجام دیا۔ لیکن صحت کی ناسازی کی وجہ سے فوج سے دست بردار ہونا پڑا (۱۹۲۰ء)۔

۱۹۲۱ء میں اپنے دوستوں میں سے Ahmed Vala Nureddin (1901-1967), Yusuf Ziya Ortaç(1895-1967), Faruk Nafiz

---

3 Salonika, Thessalonica اُس وقت سلطنت عثمانیہ کے مغربی سرحدی شہر تھا جو کہ آج یونان میں دوسرا سب سے بڑا شہر ہے۔

Çamlıbel (1898-1973) کے ساتھ جنگِ آزادی میں شرکت کے لئے İnebolu آئے[4] اور وہاں سے اپنے دوستوں کے ہمراہ انقرہ چلے گئے جو ترکی کے تحریک آزادی کا صدَر مقام تھا۔ انقرہ میں اُن کی ملاقات مصطفیٰ کمال پاشا (Atatürk) سے ہوئی۔ Atatürk نے اُن سے ایک نظم لکھنے کَا کہا جو ایک تو لوگوں کو تحریک آزادی میں رضاکارانہ حصہ لینے پر ترغیب دے، دوسرا اِس راہ میں جدّوجہد کرنے کے جذبات کو ابھارنے کے لئے الہام کا سرَچشمہ بنے۔ اُس نظم کے چند اشعار یوں ہیں:

Dörtnala gelip Uzak Asya>dan,	سرپٹ گھوڑی کی مثل سر نکالے بحرِ سفید میں،
Akdeniz>e bir kısrak başı gibi uzanan,	آئی جو ایشیائے بعید سے،
Bu memleket bizim.	یہ مملکت ہماری ہے۔
Bilekler kan içinde, dişler kenetli, ayaklar çıplak,	خون میں ڈوبی کلائیاں، بھنچے جبڑے، برہنہ پا،
Ve ipek bir halıya benzeyen toprak,	اور سبز مخملیں قالیں کی مانند یہ مٹی،
Bu cehennem, bu cennet bizim.	یہ جہنم ہماری ہے، یہ جنت ہماری ہے۔
Kapansın el kapıları, bir daha açılmasın,	بند ہو جائیں درِ غیر کے کواڑ نہ پھر کھلنے کے لئے،
Yok edin insanın insana kulluğunu,	کر دو ختم انسان کے لئے غلامی برائے انسان،
Bu davet bizim.	یہی دعوت ہماری ہے۔
Yaşamak bir ağaç gibi tek ve hür,	نرم خو اِک شجر کی مانند تنہا اور آزاد،
Ve bir orman gibi kardeşçesine,	اور ایک جنگل کی مانند برادرانہ بھی،
Bu hasret bizim[1].	بس یہی تو اِک حسرت ہماری ہے۔

اِس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں وطن کی محبت، انسان دوستی، آزادی اور انسان کے لئے جذبہ عظمت و تقدس کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ آپ کی اِس نظم کو بہت پسند کیا گیا اور Muhittin Birgen (1885-1951)[5] نے سَلطانی ہائی کالج، Bolu میں اُن کو استاد کے طور پر مقرر کیا، بجائے اِس کے کہ آپ کو فوجی بنا کر میدانِ جنگ میں بھیجا جائے۔ یہاں آپ کی ملاقات Sadık Ahi نامی ایک سوشلسٹ سے ہوئی اور آپ نے اُن سے بالشوک انقلاب کےَ متعلق معلومات حاصل کیں۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ُان کے کمیونسٹ خیالات Bolu کے قدامت پسند حکام کو پسند نہ آئے اور یہاں سے نکل کر انقلاب روس (1917ء) کے نتائج کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے 1921ء کو Batum چلے آئے[6]۔ جولائی ۱۹۲۲ء میں ماسکو پہنچے جہاں انہوںَ نے Communist University of the Toilers of the East میں معاشیات اور عمرانیات کا مطالعہ کیا۔ یہاں وہ جہاں Vladimir Mayakovsky (1893-1930) اور Vsevolod Emilevich Meyerhold (1874-1940) کے جمالیاتی تجربات سے متاثر ہوئے وہاں لینن کے نظریاتی افکار سے بھی متاثر رہے۔

آپ نے ۱۹۲۴ء میں ماسکو سے ترکی واپسی پر Aydınlık Dergisi (رسالہء روشنی) میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت آپ کمیونسٹ پارٹی کے رکن بھی تھے۔ تاہم اُس رسالے میں شائع شدہ نظموں اور سیاسی مضامین کی وجہ سے آپ کے خلاف کئی بار (گیارہ مرتبہ) مقدمات چلائے گئے اور اُن کو پندرہ سال قید کی سزا سنا دی گئی۔ بہانہ یہ بنایا گیا تھا کہ اُن تحریروں میں

4 Black Sea کے ساحل پر واقع یہ تحصیل ایک اہم تجارتی مرکز ہے اور اُس وقت یہاں کی بندرگاہ نے جنگِ آزادی میں جنگی)اسٹریٹجک (لحاظ سے اہم کردار ادا کیا تھا۔

5 Muhittin Birgen دوسری مشروطیت اور دورِ جمہوریت کے ممتاز ادیبوں، صحافیوں اور مفکروں میں پیش پیش تھے اور سن 1939-1941ء میں پارلیمنٹ کے رکن بھی رہے۔

6 یہ ساحلی قصبہ 1877-1878ء عثمانی سلطنت اور روسیوں کے درمیان ہونے والی جنگ کے بعد سوویت سوشلسٹ جمہوریہ کے قبضے میں آیا تھا اور اُس کے بعد جارجیا (Georgian) کے قبضے میں آیا۔

گویا کمیونزم کے پرچار کے علاوہ (جو اُس وقت اِس طرح کی کاوشیں جرم کا مترادف تھیں) آپ فوج کو بغاوت کرنے پر اکسا رہے تھے۔ اِسی وجہ سے آپ ترکی سے بھاگ کر دوبارہ ماسکو چلے آئے۔ ۱۹۲۸ء میں ایک عام معافی کے قانون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ترکی واپس آئے۔ اِس بار آپ نے Resimli Ay Dergisi (تصویری رسالہ چاند) میں کام کرنا شروع کر دیا۔ مذکورہ بالا سیاسی وجوہات کی بناء پر ۱۹۳۸ء میں آپ کو اٹھائیس سال کی سزا سنا دی گئی۔ آپ İstanbul, Ankara, Çankırı, Bursa کے جیلوں میں ۱۲ سال تک اسیر رہے۔ یہ اُن کے بارے میں اچھا ثابت ہوًا اور دنیا بھر کے دانشوروں میں اُن کا چرچا ہونے لگا۔ جیل میں آپ نے کئی دفعہ بھوک ہڑتال شروع کی۔ اِن ہڑتالوں نے ملک میں بہت زیادہ ہلچل پیدا کر دی۔ ۱۹۴۹ء میں ایک کمیٹی جس میں Pablo Ruiz Picasso (1881-1973), Paul Leroy Robeson (1898-1976), Jean Paul Sartre (1905-1980) بھی شامل تھے، نے اُن کی رہائی کے لئے دستخطی مہم چلائی۔ بارہ سالہ قید کی زندگی کے بعد ۱۹۵۰ء میں ایک دوسرے عام معافی کے قانون کے تحت جب آپ کو رہائی ملی تو ماسکو چلے گئے جہاں اُس وقت Josef Stalin (1879-1953) بر سرِ اقتدار تھے۔ اُن کے ماسکو چلے جانے کے بعد ۲۵ جولائی ۱۹۵۱ء کو ترکی گورنمنٹ نے آپ کو ترکی شہریت سے نکال دیا۔

اپنے ملک سے باہر، جلا وطنی میں گزرے اُن سالوں کے دوران آپ نے بلغاریہ، ہنگری، فرانس، کیوبا اور مصر کا دور کیا۔ اِن ملکوں میں کانفرنس منعقد کئے، ریڈیو میں تقریریں کیں، جنگ اور سامراجیت کے خلاف آواز بلند کر کے اُس کے مقاصد کو بے نقاب کیا۔ آپ نے ۶۲ سالہ زندگی کے ۴۰ سالوں میں اپنے گھر میں، سڑک میں، جیل میں، ٹرین میں، ہوائی جہاز میں نظمیں لکھیں۔ آپ نے اِن نظموں میں لوگوں کو جنگ برائے صُلح کی دعوت دی۔ خاص طور پر بنی نوعِ انسان کے سب سے بڑا اور ایک دوسرے سے مضبوطی کے ساتھ جڑے ہوئے دو مطالبوں پر زور دیا: ایک تو سامراجی جنگوں کے خلاف جنگ، دوسرا قومی آزادی کی خاطر جنگ۔

۲۲نومبر ۱۹۵۰ء کو امن کی عالمی کونسل نے بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ ناظم حکمت کا نام بھی بین الاقوامی امن کا انعام حاصل کرنے والوں کی فہرست میں لکھ دیا۔ اِس مشقت دہ زندگی میں آپ کی صحت خاصی خراب ہو گئی تھی۔ آپ کو ۳ جون ۱۹۶۳ء میں دل کا دورہ پڑا اور اِس کے نتیجے میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا مزار ماسکو کے مشہور قبرستان Novodevichy میں ہے۔ آپ کی آخری خواہش تھی کہ مرنے کے بعد اناطولیہ کے کسی گاؤں کے قبرستان میں کسی چنار کے درخت کے نیچے دفن کیا جائے، جو کبھی حقیقت نہ بن سکی۔ مدتوں بعد ۵ جنوری ۲۰۰۹ء کو یعنی ۵۸ سالوں کے بعد ترکی پارلیمنٹ نے آپ کی شہریت واپس کر دی۔

اُن کے دور کی حکومت کی جانب سے اُن پر بہت ظلم کئے جانے کے باوجود ترکی کی عوام اُن کا احترام کرتی تھی۔ آپ ترکی میں آزاد نظم کے علم بردار تھے۔ ماسکو سے ترکی واپسی پر (۱۹۲۴ء) جدید نظمیں، ڈرامے اور فلمی خاکے لکھ کر ترکش avant gadre کا ایک اہم قائد بن گئے۔ ناظم حکمت Futurism کے حامی نوجوان سوویت شاعروں سے بہت متاثر تھے۔ اِس لئے لوگوں نے اُن کو رومانی کمیونسٹ اور رومانٹک انقلابی کے نام سے موسوم کیا تھا۔ اگرچہ ترکی اور غیر ترکی ادیبوں نے آپ کا تقابل Pablo Neruda (1904-1973), Federico Garcia Lorca (1898-1936), Louis Aragon (1897-1982), Vladimir Mayakovsky (1893-1930) جیسے شاعر، ناول نگار، ڈرامہ نگار اور سیاستدانوں سے کیا اور بہت سے مماثل نقاط کی نشاندہی بھی کی، اِس کے باوجود اِن کے مقابلے میں ناظم حکمت کی ادبی انفرادیت بہت نمایاں اور نرالی تھی اور اس منفرد اندازِ بیان کے پس منظر میں روایت شکنی، غنائی کی طرزِ ادا اور سیاسی نظریے کا امتزاج واضح نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ معاصر ترکی ادب اور ترکی شاعری میں اپنے بیان اور کلام کی گیتاتمک بہاؤ (غنائیت) کی بدولت بہت مشہور ہوئے۔ اگرچہ آپ نے پہلی نظم hece vezni (ارکانِ تہجی یعنی رکنی وزن) کے مطابق لکھا تھا۔ لیکن بعد میں اِس طرز سے انحراف کر لیا۔ کیونکہ اِس طرز کا دائرہ اُن کی نظموں کے لئے بہت محدود تھا۔

اُن کا پہلا شعری مجموعہ ”فریادِ وطن“ ۱۹۱۳ء میں شائع ہوًا۔ اُن کی نظمیں Memleketimden İnsan Manzaraları (اپنی مملکت سے انسانوں کے مناظر)، Kurtuluş Savaşı Destanı (داستانِ جنگِ آزادی) اور Kuvayi Milliye (قواۃِ ملی) جن میں دیہاتی علاقوں، قصبوں، شہروں اور اپنے وطن کے لوگوں کی تصویر کشی گئی ہے، حب الوطنی کے بڑے ادبی کارناموں میں شمار

کی جاتی ہیں۔ آپ کی نظم Kız Çocuğu (چھوٹی لڑکی) ایک سات سالہ لڑکی کی جانب سے پوری دنیا کو کی گئی امن کی ایک درخواست ہے۔ یہ لڑکی اِس کے دس سال بعد ہیروشیما پر کیئے گئے ایک ایٹمی بم کے حملے میں مر گئی۔ یہ نظم لوگوں میں پیغام برائے عدم جنگ و جدال کے طور پر مقبول ہوئی۔ اِس نظم کو ترکی اور دنیا بھر کے موسیقاروں کی ایک بڑی تعداد نے گانے کی شکل میں گایا۔ آپ کی دوسری نظم Sentlik Askere Dair 23 (۲۳ سینٹ کے فوجی کے متعلق) ایک احتجاجی نظم تھی جس میں انہوں نے امریکہ کی پالیسیوں کی تنقید کی تھی[7]۔ آپ نے کوریا کی جنگ کی بھی مخالفت کی تھی جس میں ترکی فوج نے بھی شرکت کی تھی۔ اُن کی نظموں کا ترجمہ پچاس سے زائد زبانوں میں ہو چکا ہے۔ مشہور موسیقار Zülfü Livaneli نے اُن کی بہت سے نظموں کو گانے کی شکل میں گایا ہے۔ آپ کے نظموں کے کچھ حصے کا ترجمہ Yiannis Ritsos کی طرف سے یونانی زبان میں بھی کیا گیا ہے۔

ناظم حکمت امیدوں، حسرتوں اور جھگڑوں سے بھری اپنی زندگی کا خلاصہ خود نوشتہ سوانح عمری میں یوں بیان کرتے ہیں:

Ben, bir insan.	ایک انسان ہوں میں۔
Ben Türk şairi Nâzım Hikmet ben,	ترک شاعر ناظم حکمت ہوں میں،
Tepeden tırnağa insan,	سر تا پا انسان،
Tepeden tırnağa kavga, hasret ve	سر سے پاؤں تک جھگڑے، حسرت اور
Ümitten ibaret ben…	امید کا مرکب ہوں میں۔
Kimi insan otların kimi insan balıkların çeşidini bilir,	کچھ لوگ جانتے ہیں گھاسوں کی اقسام، کچھ لوگ مچھلیوں کی،
Ben hasretlerin,	میں تو حسرتوں کی،
Kimi insan ezbere sayar yıldızların adını,	بعض لوگ رٹ لگاتے ہیں ستاروں کے نام کی،
Ben hasretlerin,	میں تو جدائیوں کی،
Hapislerde de yattım büyük otellerde de,	جیلوں میں بھی رہا، بڑے ہوٹلوں میں بھی،
Açlık çektim, açlık grevi de içinde,	فاقہ کشی بھی کی، شامل رہا بھوک ہڑتال میں بھی،
Tatmadığım yemek yok gibidir.	ایسا کھانا نہیں ہو گا جسے چکھا نہ ہو میں نے۔
Otuzumda asılmamı istediler.	دار و رسن طلب بھی ہوا تیس سال کی عمر میں
Kırk sekizimde Barış madalyasının bana verilmesini,	امن میڈل کی تجویز بھی ہوئی اڑتالیس کی عمر میں
Verdiler de.	اور پھر دے بھی دیا انہوں نے۔
Lenin>i görmedim,	پر لینن سے ہو نہ سکی ملاقات،
Nöbet tuttum tabutunun başında 924>te,	پہرا دیا اُن کی لحد پر سن ۱۹۲۴ء کو میں نے دن رات،
Partimden koparmağa yeltendiler beni,	جدا کرنے کی کوشش بھی ہوئی اپنی پارٹی سے مجھے،
Sökmedi.	مگر ندارد و بیکار۔
Yıkılan putların altında da ezilmedim.	اور گرتے بتوں تلے پامال نہ ہوا میں۔

7 امریکی وزیر John Foster Dulles (1888-1959) سرد جنگ کے ابتدائی دور مِیں ایک اہم شخصیت تھے اور دنیا بھر میں کمیونزم کے خلاف اپنے جارحانہ موقف کی بناء پر مشہور ہوئے تھے۔ اِس پالیسی کے تحت اُس نے ترک فوجیوں کی قیمت ۲۳ سینٹ مقرر کی تھی۔

Hep alnımın teriyle çıkardım ekmek paramı,
Ne mutlu bana,
Yazılarım otuz kırk dile basılır.
Türkiye’mde Türkçemle yasak.
Sözün kısası yoldaşlar,
Bugün Berlin>de kederden gebermekte olsam da,
İnsanca yaşadım diyebilirim.
Ve daha ne kadar yaşarım,
Başımdan neler geçer daha,
Kim bilir[2].

روزی کمائی میں نے ان تھک محنت سے،
ہوں کس قدر بختیار اپنی اِس مشقت سے،
ترجمہ ہوئیں تیس چالیس زبانوں میں تحاریر میری۔
پر میرے ترکی میں ممنوع رہیں تقاریر میری۔
ساتھیو، الغرض قصہ مختصر!
آج برلن میں مر بھی رہا ہوتا دکھ سے میں اگر،
کہہ سکتا ہوں کہ انساں کے لائق زندگی گزاری ہے مگر
اور کب تک بھلا زندہ رہوں گا میں،
اور سر پہ کیا کیا گزریں گی کیا کیا جیوں گا میں،
ہے کس کو خبر!۔

ناظم حکمت ایک ایسے شاعر تھے جنہوں نے عظیم انسانیت کو بچانے کے لئے بڑی کوششیں کیں۔ اِس عظیم انسانیت کے ساتھ آپ کا رویہ مثالی، تنفیدی اور حقیقت پسندانہ تھا، نہ کہ خوشامدانہ۔ آپ نے انسانیت کو اپنی کاہلی سے بچانے، اُس کو جگانے، اُس میں خود اعتمادی، بلند ہمتی اور عزتِ نفس کے جذبات بیدار کرنے اور اُس کے ذہن کو روشن کرنے کو مطمحِ نظر بنایا تھا۔

۞۞۞

جہاں تک ناظم حکمت اور فیض احمد فیض کے درمیان پائی جانے والی مماثلتوں کا تعلق ہے یہ مماثلتیں اِن دونوں کی زندگیوں میں کئی اعتبار سے ہیں۔

۞ اولاً، آپ دونوں نے ایک ہی زمانے میں زندگی گزاری ہے۔ ناظم حکمت کی سالِ پیدائش ۱۹۰۲ء ہے جب کہ فیض کی سالِ پیدائش ۱۹۱۱ء ہے۔ اِن دونوں میں صرف ۹ سال کا فرق ہے۔

۞ ثانیاً، دونوں کی فلسفہِ حیات ایک ہی تھا۔ یعنی دونوں اشتراکی اور مارکسی خیالات کے حامی تھے۔ جس طرح ناظم کے کمیونسٹ خیالات اپنے دور کے قدامت پسند حکام کو پسند نہ آئے اور اُن کے اشعار اور تحریروں پر پابندی لگا کر اُن کی اشاعت روک دی گئی، اُسی طرح پاکستان میں بھی فیض کی شاعری کو اُس حوالے سے مضر قرار دے کر اُس کی مذمت کی گئی۔ لیکن زمانے نے ہمیں دکھا دیا کہ تاریخ میں ایسے بہت سے لوگ بھی گزرے ہیں جن پر باوجود یہ کہ اپنی زندگی ہی میں کفر کا فتوی لگایا جا چکا تھا، سالوں بعد اُن لوگوں کی قدریں جانی گئی اور اُن کی نظمیں اب تک ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہیں۔

۞ ثالثاً، دونوں طالب علمی اور نو جوانی کے زمانے سے ہی وطن کے شیدائی تھے اور انہوں نے حریت، انقلاب اور حب الوطنی کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا تھا۔ اپنے نصب العین کو پانے کی خاطر اپنی حریت اور آزادی سے محرومیت نے دونوں کو بے چین کر رکھا تھا۔ معاشرے اور ملک میں انقلاب دونوں کے لئے وہ منزلِ مقصود تھا جس کو حقیقت بنانے کے لئے انہوں نے نظموں کا سہارا لیا تھا اور حب الوطنی کا فطری جذبہ جو اپنے اپنے وطن سے دوری کی وجہ سے دونوں کے نظموں کا موضوعِ مستحسن رہا، اُن کے دل میں کوٹ کوٹ بھرا ہوُا تھا۔

۞ رابعاً، دونوں کو اپنی اپنی نظریہ حیات کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اِس سلسلے میں انہیں جیل کی زندگی سہنی پڑی اور وہ جلا وطنی میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔ جس طرح ناظم حکمت ترکی کے مختلف شہروں کی جیلوں میں ۱۲ سال اسیر زندان رہے، اُسی طرح فیض بھی چار سال تک سرگودھا، لائل پور، حیدرآباد سندھ، منٹگمری، کراچی، لاہور جیسے مختلف مقامات کی جیلوں میں رکھے گئے۔ پھر بھی دونوں حضرات نے جیل میں مشقِ سخن جاری رکھا۔ کیونکہ اُن کے

دل وطن کی یاد میں تڑپ رہے اور نغماتِ حریت اور وطنیت میں سوزِ درون شامل کر کے درد، تپش اور گرمی پیدا کر رہے تھے۔ جیسے حسرت موہانی نے کہا:

اِک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی

❁ مختصر یہ کہ اُن دونوں کی حساس طبیعت اور گداز دل گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہوتا اور یہ تاثر اشعار کی صورت میں ظاہر ہو جاتا۔ دونوں حقیقت پسند اور قوتِ عمل کا بھر پور ترجمان تھے۔ ناظم حکمت کی طرح فیض کا پہلا مجموعہ کلام بھی وطن کی محبت اور اُس کو آزاد کرانے کی خاطر دل سے اٹھی ایک فریاد سے شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ جس دور سے ناظمَ اور فیض گزر رہے تھے وہ بڑا سخت اور کٹھن زمانہ تھا۔ اِدھر ہندوستان میں برطانوی حکومت اپنی مہذب نما بربریت اور عدل نما ہلاکت خیزیوں کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ جیل کی آہنی سلاخیں وطن کے سعادت مند بیٹوں کا استقبال کر رہی تھیں۔ تو اُدھر اناطولیہ میں دولِ ایتلاف بالفاظِ دیگر متفق ممالک یعنی برطانیہ، فرانس اور روس ترکی کے بعض خطوں پر قابض ہو گئے تھے۔ اِدھر ہندوستان میں اُس وقت سب سے بڑی تمنا ہی یہ تھی کہ یہ دورِ غلامی، یہ ظلم کی حکومت جلد ختم ہو اور ہندوستان آزاد ہو جائے۔ تو اُدھر اناطولیہ میں اُن قابض طاقتوں کے خلاف عوام صف آراء ہوئے ملی مجادلہ، حربِ استقلال ترکیہ یا جنگِ آزادی کے نام سے مشہور جنگ لڑ کر غاصب دشمن کو ملک سے نکال باہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے (۱۹۲۲-۱۹۱۹ء)۔ فیض کی نظم "نقشِ فریادی" کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

دل رہینِ غمِ جہاں ہے آج
ہر نفس تشنۂ فغاں ہے آج
اے غمِ دوست! تو کہاں ہے آج
ناخدا دور، ہوا تیز، قریں کامِ نہنگ
وقت ہے پھینک دے لہروں میں سفینہ اپنا
عرصۂ دھر کے ہنگامے، تہِ خواب سہی
گرم رکھ آتشِ پیکار سے سینہ اپنا

«نقش فریادی» کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ فیض نے حب الوطنی کے جذبات کو باغیانہ اور انقلابی خیالات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے، اردو شاعری کی متداول و معروف علامات کو سیاست و وطنیت، حریت و انقلاب کے لئے استعمال کیا ہے۔ اب ذرا ناظم کے اِس نظم پر غور کیجئے جو بہ عنوان «فریادِ وطن» جنگِ بلقان میں عثمانی فوج کی شکست کھانے پر لکھی گئی:

Sisli bir sabahtı henüz,	ایک دھندلی سی صبح تھی ابھی،
Etrafı sarmıştı bir duman,	گرد و نواح پھیلا تھا اِک دھواں،
Uzaktan geldi bir ses ah aman aman!	دور سے آئی اِک آواز، الاماں الاماں!
Sen bu feryad-ı vatanı dinle işit,	سن لے یہ فریادِ وطن،
Dinle de vicdanına öyle hükmet,	اپنے ضمیر پر حکم چلا اور اُس کی سُن،
Vatanın parçalanmış bağrı,	وطن کا سینہ جو ہے ٹکڑے ٹکڑے،
Bekliyor senden ümit[3].	ہے امید کا منتظر اب بھی تجھ سے۔

«نقشِ فریادی» کی طرح «فریادِ وطن» بھی ناظم حکمت کے موجودہ صورت حال سے متاثر جذبات، ان کی عمیق اداسی،

عزیز وطن کو بچانے کی خواہش اور ان کی امید کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر مکان اور زبان کا فرق ایک کنارہ کر دیا جائے تو دونوں شاعروں کے سینے میں ایک جیسا دل ہے جس میں سارے جہاں کا درد، کرب اور اضطراب بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ زمانہ، خیالات، نظریات، مزاج، حالات، سرگذشت اور منزل وہی ہے جو دونوں میں مشترک ہوں۔

❁ اپنی بالغ زندگی کا بیشتر حصہ جیل میں گزارنے کے باوجود پھر بھی حریت کی تڑپ نے ناظم حکمت کے دل میں گھر کر لیا تھا اور آپ نے حریت کے نہ مٹنے والے اِس جذبے کو پرچار کرنے کے لئے اپنی نظموں کو ذریعہ بنایا تھا۔ ایک نظم میں یوں لکھتے ہیں:

Onlar ümidin düşmanıdır, sevgilim,	دشمن ہیں وہ امیدوں کے، اے جانِ من،
Akarsuyun, meyve çağında ağacın,	بہتے پانیوں کے، پھلوں سے لدے درختوں کے،
Serpilip gelişen,	دشمن ہیں چھڑکی گئی اُس حیات کے،
O hayatın düşmanı.	جو ہنوز پنپنے کو ہے۔
Çünkü ölüm vurdu damgasını alınlarına,	کیونکہ موت لگا چکی ہے مہر پیشانیوں پہ اُن کی،
- çürüyen diş, dökülen et -,	۔ سڑے دانت، گلتا گوشت ۔
Bir daha dönmemek üzere yıkılıp gidecekler.	فنا ہو کر چلے جائیں گے پھر نہ آنے کے لئے،
Ve elbette ki, sevgilim, elbet,	ہاں اے جانِ من، ہاں یقینا،
Dolaşacaktır elini kolunu sallaya sallaya,	ٹہلتی پھرے گی ہاتھ اور بازو لہراتے ہوئے،
Dolaşacaktır en şanlı elbisesiyle,	گھومے گی خوبصورت ترین لباس میں،
İşçi tulumuyla,	وردیِ مزدور میں،
Bu güzelim memlekette hürriyet[4].	حریت اِس حسین مملکت میں۔

ناظم حکمت قید کی زندگی میں بھی کبھی مایوس نہیں ہوئے اور آپ نے حریت اور آزادی کے متعلق اپنی امید کو مسلسل برقرار رکھا۔ اُن کی یہ حالت ایک نظم میں جس کو آپ نے اپنی اہلیہ Piraye کے نام لکھا تھا، یوں ظاہر ہوتا ہے:

İlk göz göze geldiğimiz günkü elbiseni çıkar sandıktan,	وہ پہلی ملاقات کے دن والا لباس نکالو صندوق سے،
Giyin, kuşan, benze bahar ağaçlarına...	پہنو، سنورو، بہار کے درختوں کی مانند۔
Hapisten mektubun içinde yolladığım,	قیدخانے سے خط میں بھیجا تھا جو میں نے،
Karanfili tak saçlarına,	وہ گیندے کا پھول سجا لو اپنے بالوں میں،
Kaldır, öpülesi çizgilerle kırışık beyaz, geniş alnını,	اٹھا اِس سلوٹوں بھری کشادہ سفید پیشانی کو، کہ ہے یہ بوسے کے لائق،
Böyle bir günde yılgın ve kederli değil, Ne münasebet,	ایسے دن پر یوں پر تھکن اور غمگین، نہیں ہرگز نہیں، کہ مناسب ہی نہیں،

Böyle bir günde bir isyan bayrağı gibi güzel olmalı,
Nâzım Hikmetin kadını[5]

اور ناگزیر ہے ایسے دن، ناظم حکمت کی عورت کا پر کشش ہونا،
اِک علمِ عصیان کی مانند۔

ناظم حکمت کی طرح فیض بھی حالات سے مایوس کبھی نہیں ہوتے۔ کیسی ہی مشکلیں اور رکاوٹیں ہوں، وہ ہمت نہیں ہارتے۔ کیونکہ وہ ظلم و ستم کے خاتمہ پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ مظلوموں کی ہمت افزائی کر کے روشن مستقبل کی بشارت دیتے ہیں۔ اُن کے کلام میں زندگی کا سمندر لہریں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اُن کا یہ ہمت افزا موقف «چند روز اور مری جان» میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے:

چند روز اور مری جان! فقط چند ہی روز
ظلم کی چھاؤں میں دم لینے پہ مجبور ہیں ہم
اور کچھ دیر ستم سہ لیں، تڑپ لیں، رو لیں
اپنے اجداد کی میراث ہے، معذور ہیں ہم
جسم پر قید ہے، جذبات پہ زنجیریں ہیں
فکر محبوس ہے، گفتار پہ تعزیریں ہیں
لیکن اب ظلم کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں
اک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں
عرصہِ دہر کی جھلسی ہوئی ویرانی میں
ہم کو رہنا ہے پر یوں ہی تو نہیں رہنا ہے
اجنبی ہاتھوں کا بے نام گرانبار ستم
آج سہنا ہے، ہمیشہ تو نہیں سہنا ہے

۞ جیسے اوپر بتایا گیا ہے کہ معاشرے اور ملک میں انقلاب ناظم اور فیض کے لئے وہ منزلِ مقصود تھا جس کو حقیقت بنانے کے لئے انہوں نے نظموں کا سہارا لیا تھا۔ جب ناظم حکمت کی نظم Dünyanın En Tuhaf Mahluku (دنیا کی عجیب ترین مخلوق) کو پڑھیں تو دیکھیں گے کہ اِتنے سال گزر جانے کے بعد بھی معاشرے کی اُس حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ سالوں پہلے لکھی ہوئی یہ نظم جیسے موجودہ حالات پر روشنی ڈالتی ہو۔ ناظم حکمت اِس نظم میں اُن لوگوں پر تنقید کرتے ہیں جو اپنی آواز بلند نہیں کرتے، جو بے پروا اور معاشرت نا پسند ہیں، باوجود اُس کے کہ ہر لحاظ سے اُن کی حق تلفی کی گئی، آزادی اُن سے سلب کر لی گئی اور اُن کو اقتصادی اور اجتماعی اعتبار سے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑی۔ اور آپ کے مطابق اِن جیسے لوگوں کی تعداد کم نہیں بلکہ وہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ اُن کے خیال میں معاشرے میں ایسے مظلوم لوگوں کا پایا جانا بھی اُن لوگوں کی کوتاہی کی وجہ سے ہے جن پر نظم میں تنقید ہوئی۔ اِس نظم میں آپ نے عقرب، چڑیا اور بھیڑ جیسے تشبیہات کو بہت زیادہ جگہ دے دی ہے۔ اُن تشبیہات سے آپ کا مقصد ایسے لوگوں کی خود غرضی، مطلب پرستی، بزدلی، معاشرت نا پسندی اور لا شعوری کی نشاندہی کرنا اور اُن کو جھنجوڑنا ہے۔ نظم کو ملاحظہ فرمائیے:

Akrep gibisin kardeşim,
Korkak bir karanlık içindesin akrep gibi.

برادرم! تم تو ہو اِک بچھو جیسے،
ایک بزدل اندھیرے میں گرے بچھو جیسے۔

Serçe gibisin kardeşim,
Serçenin telaşı içindesin.
Midye gibisin kardeşim,
Midye gibi kapalı ve rahat.
Ve sönmüş bir yanardağ ağzı gibi,
Korkunçsun, kardeşim.
Bir değil, beş değil, yüz milyonlarlasın maalesef.
Koyun gibisin kardeşim,
Gocuklu celep kaldırınca sopasını,
Sürüye katılıverirsin hemen,
Ve âdeta mağrur, koşarsın salhaneye.
Dünyanın en tuhaf mahlûkusun yani,
Hani şu derya içre olup
Deryayı bilmiyen balıktan da tuhaf.
Ve bu dünyada, bu zulüm senin sayende.
Ve açsak, yorgunsak, alkan içindeysek eğer,
Ve hâlâ şarabımızı vermek için,
Üzüm gibi eziliyorsak,
Kabahat senin,
Demeğe de dilim varmıyor ama,
Kabahatın çoğu senin, canım kardeşim!

برادرم! تم تو ہو اِک چڑیا جیسے،
بے قرار ہو اِک چڑیا جیسے۔
برادرم! تم تو ہو اِک سیپ جیسے،
راحت، اور بند اِک سیپ جیسے۔
اور اِک بے دُود آتش فشان کا دہن ہو جیسے،
خوفناک ہو میرے بھائی۔
ایک نہیں، پانچ نہیں، لاکھوں میں ہو ،مگر افسوس۔
بھیڑوں جیسے ہو میرے بھائی،
چُغہ پہنے قصاب جب اٹھاتا ہے اپنی لاٹھی،
فوراً سیدھ میں آتے ہو، غول میں مل جانے کو،
بڑے غرور کے ساتھ دوڑ کر جاتے ہو ذبح خانے کو
یعنی دنیا کی عجیب ترین مخلوق ہو تم،
اُس مچھلی سے بھی عجیب جو رہ کر دریا کے اندر
پر رہے دریا سے بے خبر۔
اور اِس دنیا میں یہ ظلم تمہاری وجہ سے ہے۔
اور گر بھوکے ہیں، تھکے ہیں، خوں میں نہائے ہیں ہم
اور گر ابھی تک نچوڑے جا رہے ہیں ہم،
شراب بننے کے لئے، انگور کی مانند،
قصور تمہارا ہے،
کہنے کو زباں چاہئے مگر،
برادرم! قصور کا بڑا حصہ تمہارا ہے!

انسانی طبیعت اور مزاج ہر ایک کے لئے یکساں نہیں ہوتا۔ چنانچہ ناظم حکمت کی طرح فیض بھی اِس نفسیاتی تنوع سے واقف ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے انداز میں لوگوں کو ظلم کے خلاف آواز اٹھانے، اپنی مصیبتوں کا ذکر کرنے اور اظہارِ حال کرنے کی جرات پریوں اکساتے ہیں:

بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
بول زبان اب تک تیری ہے
دیکھ کہ آہن گر کی دوکان میں
تند ہیں شعلے سرخ ہے آہن
کھلنے لگے قفلوں کے دہانے
پھیلا ہر اِک زنجیر کا دامن
بول یہ تھوڑا وقت بہت ہے
جسم و زبان کی موت سے پہلے

بول کہ سچ زندہ ہے اب تک
بول جو کچھ کہنا ہے کہہ لے

❁ جس طرح دونوں انقلابی شاعر زندان میں رہے، اُسی طرح دیارِ غیر میں بھی رہے۔ چنانچہ غربت میں خیالِ وطن دونوں کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جلا وطنی میں لی گئی ہر سانس انہیں وطن کا اور زیادہ شیدا بناتی چلی گئی۔ فیض ایک شعر میں یوں لکھتے:

دیارِ غیر میں محرم اگر نہیں کوئی
تو فیض ذکرِ وطن اپنے روبرو ہی سہی
ہر منزلِ غربت پہ گماں ہوتا ہے گھر کا
بہلایا ہے ہر گام بہت دربدری نے

❁❁❁

دل شکنی بھی، دل داری بھی
یادِ وطن کچھ اس سے زیادہ
خیال سوئے وطن رواں ہے
سمندروں کی ایال تھامے
ہزار وہم و گماں سنبھالے
کئی طرح کے سوال تھامے[8]

فیض کی طرح وطن کے ساتھ ناظم حکمت کا رشتہ بھی بہت مضبوط اور اُس کے ساتھ اُن کی محبت سچی ہے۔ ناظم حکمت جلا وطنی میں وطن کی محبت اور حسرت کے جذبات کو یوں باندھتے ہیں:

Memleketimi seviyorum:
Çınarlarında kolan vurdum,
Hapisanelerinde yattım.
Hiçbir şey gidermez iç sıkıntımı,
Memleketimin şarkıları ve tütünü gibi

مجھے محبت ہے اپنی مملکت سے:
اُس کے چناروں پر جھولا جھولا،
جیلوں میں رہا۔
کوئی شے نہیں جو دور کرے مرا سوزِ دروں،
سوائے مملکت کے گیت اور تمباکو کے۔

❁❁❁

Yoldaşlar, nasip olmazsa görmek o günü,
Ölürsem kurtuluştan önce yani,
Alıp götürün,
Anadolu>da bir köy mezarlığına gömün beni.
Yoldaşlar, ölürsem o günden önce yani,
- Öyle gibi de görünüyor -
Anadolu>da bir köy mezarlığına gömün beni,

ساتھیو! اگر نصیب نہیں ہوتا اُس دن کو دیکھنا،
اگر مر جاؤں میں آزادی سے پہلے یعنی،
تو لے کے جانا،
اور اناطولیہ میں کسی گاؤں کے قبرستان مجھے دفنانا،
ساتھیو، اگر مر جاؤں میں اُس دن سے پہلے یعنی،
۔ اور لگتا ہے ایسا ہی ہو گا ۔
اور اناطولیہ میں کسی گاؤں کے قبرستان میں مجھے دفنانا،

8 سحر انصاری، فیض کے آس پاس، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، 2011ء، ص: 143

Ve de uyarına gelirse,	گر ہو سکے،
Tepemde bir de çınar olursa,	چنار کا اِک درخت ہو مرے سرہانے،
Taş maş da istemez hani[6].	پتھر وتھر لگانے کی بھی ضرورت نہیں پھر مرے سرہانے۔

٭ جیسے اوپر بتایا گیا ہے کہ اپنے ملک سے باہر، جلا وطنی میں گزرے اُن سالوں کے دوران آپ نے بلغاریہ، ہنگری، فرانس، کیوبا اور مصر کا دور کیا۔ اِن ممالک میں کانفرنس منعقد کیں، ریڈیو میں تقاریر کیں، جنگ اور سامراجیت کے خلاف آواز بلند کر کے اُس کے مقاصد کو بے نقاب کیا۔ ایک نظم میں جو بہ عنوان «جواب» شائع ہوئی بتایا گیا ہے کہ سامراجیت کی جنگ اور استحصال سے، فسطائیت (فاشزم) کی خون اور آنسو سے بنائی گئی دیواریں تاریخ کے نا قابل انسداد بہاؤ کے سامنے قائم نہیں رہ سکیں گی اور آخر کار وہ گر جائیں گی تبھی وہ اپنی جگہ آزادی اور حریت کے لئے خالی کردیں گی۔ یقین اور امید کے ساتھ اور پر جوش اسلوب میں لکھی ہوئی یہ نظم جدلیاتی اور مادہ پرست تاریخ کے نقطۂ نظر پر مبنی ہے۔ نظم کا ملاحظہ کیجئے:

O duvar,	وہ دیوار،
O duvarınız,	تمہاری اُس دیوار کی،
Vız gelir bize vız!	کوئی حیثیت نہیں ہے ہمارے سامنے!
Bizim kuvvetimizdeki hız,	ہماری قوت کی جو تیزی ہے،
Ne din adamının dumanlı vaadinden,	نہ مولویوں کے دھندلے وعدوں سے ہے،
Ne de bir hülyanın gönlü yakışındandır.	اور نہ دل سوز خام خیالی سے ہے۔
O yalnız tarihin o durdurulmaz akışındandır.	وہ صرف تاریخ کے نا قابلِ انسداد بہاؤ سے ہے۔
Bize karşı koyanlar,	ہماری راہ میں مزاحم ہیں جو لوگ،
Karşı koymuş demektir:	در اصل مزاحم ہیں وہ لوگ:
Maddede hareketin,	مادے میں حرکت کا،
Yürüyen cemiyetin ezeli kanunlarına.	چلتی جمعیت (معاشرے) کے ازلی قوانین کا،
Sükûn yok, hareket var.	سکون نہیں، حرکت ہے۔
Bugün yarına çıkar,	کل کی طرف گامزن ہے آج،
Yarın bugünü yıkar,	آج کو گرا دیتا ہے کل،
Ve durmadan akar, akar, akar.	اور رکے بغیر بہتا ہے، بہتا ہے اور بہتا ہے۔
Biz bugünün kahramanı,	آج کے بہادر ہیں ہم،
Yarının münadisiyiz,	کل کے منادی ہیں ہم،
Biz durmadan akan, yıkıp yapan,	رکے بغیر بہنے والے، گرا کر بنانے والے،
Akışın çizgilenmiş sesiyiz.	اُس لکیر کے سے بہاؤ کی آواز ہیں ہم۔
Biz adımlarını tarihin akışına uyduran,	ہم ہیں تاریخ کے بہاؤ کے مطابق چلنے والے،

Temelleri çöken emperyalizme vuran,	ہم ہیں گرتی بنیادوں پر کھڑی سامراجیت پر ضرب لگانے والے،
Yarını kuranlarız.	ہم ہیں کل کی تعمیر کرنے والے۔
O duvar,	وہ دیوار،
O duvarınız,	تمہاری اُس دیوار کی،
Vız gelir bize vız![7]	کوئی حیثیت نہیں ہمارے سامنے!

قریب قریب یہی جذبہ فیض احمد فیض کے ایک شعر ،،ہم دیکھیں گے" میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے:

ہم دیکھیں گے، ہم دیکھیں گے
لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے
وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے
جو لوحِ ازل میں لکھا ہے
جب ظلم و ستم کے کوہِ گراں
روئی کی طرح اڑ جائیں گے
ہم محکوموں کے پاؤں تلے
یہ دھرتی دھڑ دھڑ دھڑکے گی
اور اہل حکم کے سر اوپر
جب بجلی کڑ کڑ کڑکے گی
جب ارضِ خدا کے کعبے سے
سب بت اٹھوائے جائیں گے
ہم اہلِ سفا مردودِ حرم
مسند پہ بٹھائے جائیں گے
سب تاج اچھالے جائیں گے
سب تخت گرائے جائیں گے
بس نام رہے گا اللہ کا
جو غائب بھی ہے حاضر بھی
جو ناظر بھی ہے منظر بھی
اٹھے گا اناالحق کا نعرہ
جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو
اور راج کرے گی خلقِ خدا
جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو

لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے[9]

❁ اب رہی یہ بات کہ ناظم اور فیض کا مذہب کیا تھا؟ جہاں تک اِس سوال کا تعلق ہے، ناظم حکمت نے بچپن میں اپنے دادا ناظم پاشا کے پاس پرورش پائی تھی جو متقی اور سلسلہِ مولویہ سے منسلک ایک بزرگ تھے۔ ناظم پاشا جب قونیہ میں مقیم تھے تو ناظم حکمت بھی انہی کے ساتھ رہتے تھے۔ کیونکہ اُن کے ماں باپ طلاق یافتہ تھے۔ ناظم پاشا کے گھر میں وقتاً فوقتاً بزم آرائی ہوا کرتی، مثنوی معنوی سے نظمیں پڑھی جاتی اور تصوف کے مختلف نکات پر گفتگو ہوا کرتی تھی۔ ناظم حکمت بھی ان محفلوں میں شریک ہوتے، جو دیکھتا اور سنتا، خود پر اُن کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ ایسے ماحول میں اِن چیزوں سے اُن کا متاثر نہ ہونا امکان سے باہر تھا۔ لہٰذا آپ نے ۱۹۲۰ء تک مذکورہ بالا ذاتی تجربے کی تاثیر کے تحت اسلامی قدریں اور مولانا کے موضوع پر چند نظمیں لکھیں۔ ایک نظم میں مولانا کی عقیدت میں یوں لکھتے ہیں:

Sararken alnımı yokluğun tacı,	لپٹتے ہوئے نیستی کا تاج ماتھے پہ میرے،
Gönülden silindi neşeyle acı.	غم مٹ گیا بافرطِ مسرت، دل سے میرے۔
Kalbe muhabbette buldum ilacı,	محبت میں پایا علاج دردِ دل،
Ben de müridinim işte, Mevlana.	مرید میں بھی ہوں یا مولانا ترا۔
Ebede set çeken zulmeti deldim,	نقب لگائی ہے ابد پر دیوار چُنتی ظلمت میں،
Aşkı içten duydum, arşa yükseldim.	عشق خود میں پایا تو پہنچا عرش کی عظمت میں۔
Kalpten temizlendim, huzura geldim,	ساتھ قلب کی صفائی کے، میں پہنچا ترے حضور،
Ben de müridinim işte, Mevlana.	مرید میں بھی ہوں یا مولانا ترا۔

لیکن ملازمت کے دوران اشتراکیت پسند لوگوں سے ملاقات، اُن کے نظریات سے واقفیت اور روس کے دورے کے بعد آپ کی سوچ اور آپ کا عقیدہ بالکل بدل گیا۔ اِس امید سے کہ اشتراکیت ساری تکلیفوں، مشکلوں اور مصیبتوں کا علاج ہو گی، آپ نے پہلی روش کی ضد میں دینی اور ملی موضوعات کو چھوڑ کر اپنے فن کو اشتراکیت کے لئے استعمال کیا۔ اِس حوالے سے دیکھا جائے تو ناظم حکمت کے بر عکس فیض احمد فیض زیادہ متوازن دکھائی دیتے ہیں۔ صوفیانہ مسلک سے محبت فیض کو بھی اسی بارگاہ سے عطا ہوئی جس سے فیضیاب ہونے پر اقبال کو ہمیشہ ناز رہا۔ فیض بھی خود کو مولانا رومی کا عقیدت مند اور ادنی طریقے سے تصوف کا پیرو شمار کرتے ہیں اور اُن کے مذہب کو اپنا مذہب گردانتے ہیں۔ کیونکہ فیض کے مطابق صوفی بڑی چیز ہے اور یہ اصلی کامریڈ لوگ ہیں۔

❁ نتیجتاً دونوں صاحب فکر حضرات دورِ جدید کے سربرآوردہ شاعر تھے۔ اُن کے انفرادی تجربوں نے اپنی اپنی زبانوں کی روایت میں قیمتی اضافے کئے ہیں۔ اُن کے احساسوں میں تازگی اور اظہار میں شادابی ہے۔ اُن کے کلام میں سرشاری اور ولولہ ہے۔ اِس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ دونوں کی جودت میں کوئی شک نہیں۔

مآخذ:

❁ ایوب مرزا، فیض نامہ، لاہور ۲۰۰۵ء

❁ سحر انصاری، فیض کے آس پاس، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، 2011ء

❁ ضیاء ساجد، فیض احمد فیض، لاہور ۱۹۸۴ء

9 سحر انصاری، ص: 139

❋ طاہر تونسوی، فیض کی تخلیقی شخصیت، لاہور ۱۹۸۹ء
❋ فتح محمد ملک، فیض، شاعری اور سیاست، لاہور ۱۹۹۴ء

❋ Asım Bezirci, Nâzım Hikmet, Yaşamı, Şairliği, Eserleri, Sanatı, İstanbul 2002

❋ Memet Fuat, Nâzım Hikmet, Yaşamı, Ruhsal Yapısı, Davaları, Tartışmaları, Dünya Göüşü, Şiirinin Gelişmeleri, İstanbul 2000

❋ Memet Fuat, Nâzım Hikmet Üstüne Yazılar, İstanbul 2001

❋ Nedim Gürsel, Doğumunun Yüzüncü Yılında Dünya Şairi Nâzım Hikmet, İstanbul 2001

(Footnotes)

1 Nazım Hikmet, Davet, (ناظم حکمت، دعوت)

2 یہ سوانح عمری مشرقی برلن میں ۱۱ ستمبر ۱۹۶۱ء کو لکھی گئی ہے اور بعد میں رسالہ Yeni Adımlar:(اقدامِ نو، شمارہ اگست ۱۹۷۳ء) میں شائع ہوئی۔

3 Feryad-ı Vatan, 1913 (فریادِ وطن، ۱۹۱۳ء)

4 Aralık 1945, (دسمبر 1945ء)

5 Aralık 1945, (دسمبر 1945ء)

6 Nazım Hikmet, Vasiyet, (وصیت ،حکمت ناظم)

7 Nazım Hikmet, 1925, (ناظم حکمت، 1925ء)